متبادل ماں (یا کرایہ پر حاصل کردہ رحم) اسلامی نقطۂ نظر سے

ترجمہ: صفدر بیر ندوی

ڈاکٹر عارف علی عارف

انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، ملیشیا

الحمد الله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله محمد الامين المبعوث رحمة للعالمين وعلى آله وصحبه الطيبين الطاهرين ومن اهتدى بهديه وبعد:

ماں کی ممتا ایک طاقتور انسانی فطرت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عورت کے اندر پیدا فرمایا ہے، اس فطرت کے نتیجے میں بچہ سے محرومی عورت کیلئے سخت نفسیاتی کرب کا باعث بنتی ہے، اسے شدید تنگی وحرج میں مبتلا کر دیتی ہے، اور اسے تکلیف وضرر بھی پہونچاتی ہے، نفسیاتی تکلیف کبھی کبھی مادی ضرر سے زیادہ گراں اور تکلیف دہ ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا انسان پر ایک انعام یہ ہے کہ وہ اسے اولاد کی نعمت سے مالا مال کرتا ہے، اس لئے کہ ہر شادی کی غرض اولاد حاصل کرا ہوتی ہے، اور یہی زوجین میں سے ہر ایک کی جائز ضرورت اور اصل مقصود بھی ہے، اور بچوں ہی سے ازدواجی زندگی میں سعادت اور گرمجوشی پیدا ہوتی ہے، چنانچہ ایک انسان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ہر ممکن جائز طریقہ سے اسے حاصل کرے۔(۱) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔"المال والبنون زينة الحياة الدنيا" (کہف:۴۶) لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اپنے فطری اور شرعی طریقہ سے افزائش نسل کا عمل زوجین کے مابین دونوں کے عضو تناسل کے ملنے سے شروع ہوتا ہے، جس کے نتیجہ میں شوہر کا مادۂ منویہ اس کی بیوی کے رحم میں اس کے انڈے سے ملتا ہے تا کہ مختلف مراحل کے دوران اس کی نشو نما ہوتی رہے، پھر اس میں روح ڈالی جاتی ہے، اور پھر باذن اللہ حمل کا عمل ولادت کے ذریعہ پایہ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔(۲)

موجودہ زمانہ کی ٹکنالوجی، سائنس کی ترقی نے بانجھ پن کے علاج کے میدان میں کافی

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابوعبید) ☆☆☆

ترقی کی ہے، یہاں تک کہ عورت غیر فطری طریقہ سے بچہ جننے لگی ہے، اولاد کے حصول کے نئے طریقے پیدا کرنے کا ایک نیا عہد شروع ہوگیا ہے، جن میں سے ایک طریقہ ''کرایہ پر حاصل کردہ رحم'' یا متبادل ماں کا ہے(۳) جس کو اپنا کر بانجھ پن کے بعض مسائل حل کئے جاتے ہیں، اور یہ طریقہ بچوں کے حصول کی ایک جدید ترجیح بن چکا ہے جو پہلے معلوم نہیں تھا، ساتویں دہائی کے نصف اخیر میں سائنسدانوں نے یہ طریقہ نکالا کیونکہ مغربی دنیا میں متبنی بنائے جانے والے بچوں کی تعداد میں کمی واقع ہونے لگی تھی(۴)۔

متبادل ماں یا کرایہ پر حاصل کردہ رحم کی تعریف یہ ہے کہ عورت اور مرد جو عموماً آپس میں زن وشو ہوتے ہیں، دونوں کے انڈے اور نطفہ سے تیار کئے گئے لقیحہ کی پرورش کے لئے کسی عورت کا رحم استعمال کیا جاتا ہے، دوسری عورت بچہ (جنین) کو اپنے رحم میں پرورش کرتی ہے اور (وقت پورا ہونے کے بعد) اسے جنم دیتی ہے، اس کے بعد شوہر و بیوی اس نومولود بچے کی دیکھ ریکھ کے ذمہ دار ہوتے ہیں، اور قانونی طور پر بچہ ان ہی دونوں کا ہوتا ہے(۵)

یہ کاروائی طرفین کے درمیان معاہدہ کے ذریعہ عمل میں آتی ہے، حصول اولاد کے اس طریقہ کی ایجاد کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں پہلی مرتبہ ایسا ہوا کہ عورت ماں بنی لیکن اس نے اپنے بچہ کو جنم نہیں دیا۔

مغربی ممالک میں متبادل ماں کے قضیہ کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ نتیجہ وسائل کو جواز فراہم کرتا ہے، جبکہ اسلام میں یہ ضروری ہے کہ نتیجہ کی درستگی کے ساتھ ساتھ وسیلہ بھی درست ہو، جو ان مغربی لوگوں کے لئے اہم نہیں ہے وہ ہم مسلمانوں کے نزدیک اہم ہے، خاص طور سے نسب کے درست اور خالص ہونے کا مسئلہ، اور جنسی تعلقات کے حدود کا مسئلہ، اور ہر وہ چیز جو اس دائرہ سے خارج ہے وہ باطل ہے، جس کا کوئی جواز نہیں، خواہ اس کے حامی اپنے موقف کو درست ثابت کرنے کے لئے انسانیت کے دعوں کی آڑ لیتے پھریں۔

طب کے میدان میں متبادل ماں کی ٹیکنک بانجھ عورت کے لئے مددگار ثابت ہوتی ہے جو کسی مخصوص سبب سے حاملہ نہ ہوسکتی ہو، اور اس کی ذات کی تکمیل اور ان کے ماں بننے کی فطرت کو تشفی بخشتی ہے، جب معاملہ اس اہمیت کا حامل ہے تو کیا علماء شرع کے اجتہادات کی روشنی میں کوئی شرعی حل ہے، تاکہ اولاد سے محروم عورت اس شریف مقصد حاصل کر سکے، اس خیال کے ساتھ کہ ایک

مسلمان کی زندگی میں طب شریعت کے تابع ہونا چاہیے، اور اس زمانہ میں مسلم فقیہ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ نت نئے مسائل کا اسلامی حل پیش کرنے میں ان کے نقطۂ نظر میں شرعی اور جائز وسعت ہونی چاہیے جس سے شرعی مصالح حاصل ہوسکیں، مگراس کے لئے یہ شرط ہے کہ مقاصد شرع کی حفاظت کے لئے ضروری اصول وضوابط اور احتیاطی تدابیر اپنائی جائیں، اس احتیاط کیساتھ کہ نسب خالص رہے اور نسب میں کوئی خلط ملط نہ ہو، اور انسانی کرامت کی حفاظت بھی پیش نظر رہے، تا کہ آدمی کی حیثیت کسی حقیر اور معمولی سامان کی نہ ہو جائے۔

زیر نظر مضمون میں ہم اس طبی مسئلہ کا حکم شرعی بیان کریں گے، حل وحرمت کے پہلو سے بھی اور اس پر مرتب ہونے والے اثرات کے حوالہ سے بھی، اور چونکہ اس موضوع سے متعلق صریح شرعی نصوص بھی نہیں ملتے جن کی طرف رجوع کیا جاسکے، اس لئے کہ متبادل ماں سے متعلق مسائل ایسے اجتہادی مسائل میں آتے ہیں، جن کیلئے مخصوص دلائل نہیں ہیں، کیونکہ یہ نئے مسائل ہیں، اور سائنسی ترقی اور موجودہ ایجادات کی پیداوار ہیں، اور ان جیسے مسائل میں غور وفکر کے نتائج میں دوبارہ غور وفکر کرنے اور اجتہاد کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ ہم اس مسئلہ کا حکم نصوص عامہ سے تلاش کرنے اور قواعد کلیہ سے اس کو مستنبط کرنے کی کوشش کریں گے۔

ابتداء یہ انتباہ ضروری ہے کہ حکم شرعی بیان کرتے وقت انسانی اور جذباتی پہلو ہم پر غالب نہ ہو جائے، اور حجت یہ بنالیں کہ ہر انسان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ صاحب اولاد ہو، اسلئے اس مسئلہ میں غیر مشروع طریقے اپنانے میں بڑی خرابی ہے، چنانچہ ہمیں انفرادی مصلحت کو قربان کردینا چاہیے اگر وہ شریعت کے عموم سے متعارض ہو، اور یہ کہ ہم انسانی جذبات کو کبھی بھی حکم شرعی پر ترجیح نہ دیں۔

مغربی ممالک میں شکم مادر کو اجرت پر دینے کے نقصانات و مفاسد:

شکم مادر کو اجرت پر دینے کے مسئلہ سے مغربی معاشرہ میں کئی پیچیدہ مشکلات اور اخلاقی مسائل ابھر کر سامنے آئے ہیں، اور ان پر معاشرتی، نفسیاتی اور خاندانی نقصانات و مفاسد مرتب ہوئے، جو ان کے ایجابی پہلوؤں اور مصالح پر بہت زیادہ غالب ہوگئے، محققین اور قضیہ پر نگاہ رکھنے والوں نے ان منفی پہلوؤں اور مفاسد کو بیان کیا ہے جن میں سے کچھ کا ذکر ہم ذیل میں کر رہے ہیں:

اول: یہ طریقہ مادریت کو تجارتی رنگ میں رنگ دیتا ہے، اس وقت مادریت اس سامان کی طرح ہو

جاتی ہے جسے خریدا اور بیچا جا سکتا ہے، جبکہ تمام ادیان اور اخلاقی عرف میں یہ محترم اور قابل تعظیم شئی ہے۔ مغربی ممالک میں شکم مادر کو اجرت پر دینے اور لینے کیلئے خصوصی ایجنسیاں قائم ہیں (۶) اور شکم مادر مادی نفع کی خاطر تجارتی منڈی میں تبدیل ہو گیا ہے، اور اجرت پر شکم دہندہ متبادل ماں نیابتی مادریت کے پروگرام میں محض اشتراک کی وجہ سے نفسیاتی طور پر استحصال کا احساس کرتی ہے (۷) شکم مادر کو اجرت پر دینے کی یہ مخصوص تجارتی کمپنیاں اور ایجنسیاں محض دلال ہیں جو دونوں فریق سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور ان کا استحصال کرتے ہیں (۸)

اس عمل کا سب سے خطرناک پہلو جیسا کہ محققین میں سے ایک فریق کا کہنا ہے، یہ ہے کہ دنیا کی غریب عورتوں کے لئے معاشی ضرورت کے دباؤ میں آکر اس طرح کے عمل کرنے کا دروازہ کھل جائے گا (۹) اور ایک بچہ اس سامان کی طرح ہو جائے گا جسے انسانیت کے نام پر اور اولاد سے محروم خاندان کی آرزو کی تکمیل کا نعرہ دے کر خریدا اور بیچا جائے گا، صاحب ثروت وجاہ خاندان جو یہ نہ چاہتا ہو کہ اس کی بیٹی دوران حمل کی دشواریاں اور ولادت کے مصائب اٹھائے اور اولاد بھی چاہیے تو اس کے لئے صرف یہی ہوگا کہ وہ اپنا بویضہ نکال کر دے دے، اور اجرت پر حاصل کردہ ماں اس کے بدلے حمل وولادت کا عمل انجام دے، گویا ایک عورت صرف انڈے فراہم کرے گی اور دوسری عورتیں حاملہ ہوں گی اور حمل وولادت اور دردزہ کی تکالیف سے دوچار ہوں گی۔ دوسری جانب یہ طریقہ مالدار اور خوشحال عورت اور اس کے دولتمند شوہر کو یہ موقع فراہم کرے گا کہ تھوڑی مدت میں اگر وہ چاہیں تو بڑی تعداد میں بچوں کے والدین بن جائیں (۱۰) اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ عورت اپنے انڈے نکالے اور شوہر کے مادہ تولید سے بارآور کرلے، پھر اس کے بعد انہیں دسیوں اجرت پر حاصل کردہ رحم اور متبادل ماؤں کے رحم میں ڈال دے، اور ان کی قیمت ادا کردے، اس طرح ایک ہی عورت ایک سال میں دسیوں بچے حاصل کرلے گی، جبکہ وہ نہ حاملہ ہوئی، نہ پیدا کیا، اور نہ دودھ پلانے کے مرحلہ سے گزری۔

دوم: اجرت پر حاصل کردہ ماں اور بویضہ والی ماں کے درمیان پیدا ہونے والے اختلافات اور مسائل، اس لئے کہ اجرت پر حاصل کردہ ماں کبھی کبھی نومولود بچہ کو بویضہ والی ماں کے حوالہ کرنے سے انکار کرسکتی ہے باوجود اس کے کہ وہ اپنا معاہدہ پورا کرتی ہے اور اسے اس کی پوری قیمت ادا کرتی ہے، اس لئے کہ اس ماں کو یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ یہ نومولود بچہ اس کی کوکھ

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

سے نکلا ہے، اور اس کے احساسات حمل اور ولادت کی وجہ سے بدل جاتے ہیں، اور وہ اندر سے یہ محسوس کرتی ہے کہ وہی اس بچہ کی ماں ہے، چنانچہ اس وقت وہ اس کو چھوڑ نہیں سکتی ہے اور نہ اس سے جدائیگی پر وہ صبر کر سکتی ہے، اس لئے کہ دوران حمل اس کے اور اس بچہ کے درمیان نفسیاتی رشتے پیدا ہو جاتے ہیں، چنانچہ اس بچہ کو دیکھنے سے پہلے ہی وہ اسے محسوس کرتی ہے، اس سے محبت کرتی ہے، اور اس کی شبیہ اس کے ذہن میں آتی رہتی ہے(۱۱) اس لئے کہ وہ حمل کے آلام ومصائب سے دوچار ہوئی ہے جن کی قیمت مال سے نہیں لگائی جاسکتی خواہ اس کی مقدار کتنی ہی زیادہ ہو۔ چنانچہ ولادت کے بعد وہ بچہ کو اپنے سے جدا کرنے پر تیار نہیں ہوتی، اور معاہدہ کی کوئی پرواہ نہیں کرتی ہے، اور جب عدالت اس سے بچہ چھین لیتی ہے تو دل پر گہرا زخم لگتا ہے یا پھر اسے کوئی خطرناک نفسیاتی بیماری لاحق ہو جاتی ہے، یہ تو ایک پہلو ہوا، اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ کبھی کبھی مشکلات اور اختلاف کا سبب یہ ہوتا ہے کہ بچہ کے اپاہج ہونے کی وجہ سے بویضہ والی عورت اور اس کا شوہر اس بچہ کو قبول نہیں کرتے ہیں۔

سوم: یہ طرز عمل ایک خفیف رکاوٹ کی وجہ سے مادریت کے مفہوم کو چھپا دیتا ہے اور اس مفہوم کو غیر واضح بنا دیتا ہے، حالانکہ جب سے تاریخ انسانی ہے بویضہ والی عورت ہی ماں ہے جو اپنی خصوصیات وصفات اور وراثتی علامات بچہ کی طرف منتقل کرتی، اور ساتھ ہی ساتھ وہی ماں حاملہ ہوتی تھی اور بچہ جنتی تھی، اس کو دودھ پلاتی تھی اور اس کی پرورش و پرداخت کرتی تھی، اور بچہ کے ساتھ انسانیت کے سب سے اعلیٰ وارفع تعلقات کو استوار کرتی تھی، لیکن اب ماں کی دو قسمیں ہو گئیں: ایک بائیولاجیکل ماں، دوسری جنین کو شکم میں رکھنے والی ماں، اب معاملہ خلط ملط ہو گیا اور لوگوں کے درمیان اس واضح اور روشن مفہوم کے متعلق اختلاف پیدا ہو گیا کہ ماں کون ہوگی؟ اور اس اختلاف کی وجہ سے پیدائش کے بعد بچہ کے ولاء کے سلسلہ میں تنازع پیدا ہوا کہ اس کا ولاء بویضہ والی بایولوجیکل ماں سے ہوگا، یا اس ماں سے جس نے اس کو اپنے شکم میں رکھا اور اسے اپنے پستان سے دودھ پلایا۔ اس کے نتیجہ میں بچہ کو ایک نفسیاتی جھٹکا لگے گا، اس لئے کہ وہ قطعی طور پر نہیں جان سکے گا کہ وہ کس کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے، اپنی پہلی ماں کی طرف، یا اپنی دوسری ماں کی طرف، اور نسب کی معرفت ہی اسے اپنی شخصیت تک پہنچانے کے لئے معاون ثابت ہوگی۔

اس سب کے ساتھ ایک دوسرا رجحان بھی ہے جو اس کے برعکس رائے رکھتا ہے اور اس عمل کو منفی پہلوؤں میں شمار نہیں کرتا ہے۔(۱۲) ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ جو بچہ ضرورت شدیدہ کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے وہ دوسرے بچوں کے بہ نسبت زیادہ محبوب ہوگا، اور اسے زیادہ رعایت وتحفظ حاصل ہوگا جس کا عام طریقہ سے پیدا ہونے والے بچے تصور بھی نہیں کریں گے، اور اسے اتنی محبت ملے گی جو دوسرے بچوں کو نہیں مل سکتی، اور یہ عمل فطری طریقہ سے بچے کے پیدا نہ ہونے کا عوض ثابت ہوگا۔

اب ایک مصنوعی رحم ایجاد کرنے کیلئے سائنسدانوں کی کوششیں جاری ہیں جو حمل کا کام پورے طور پر انجام دے سکے، اس کی وجہ سے معاملہ مزید پیچیدہ اور مشتبہ ہو جائے گا، اور بچہ اس صورت میں مرغی کے چھوٹے چوزوں کی طرح ہو جائے گا، اور ہم پر صرف اس قدر ذمہ داری ہوگی کہ ہم اس کیلئے غذا اور مناسب ماحول فراہم کریں، تاکہ نو ماہ کے بعد ماں اس کو مکمل پرورش یافتہ پائے، اور اس میدان میں ٹیکنالوجی مزید ترقی کر جائے تو نو ماہ سے کم مدت میں بھی یہ ممکن ہوگا(۱۳)۔

چہارم: رحم اسلام کی نظر میں لائق احترام ہے، وہ قابل تذلیل وتحقیر نہیں ہے کہ اسے اجرت پر دیا جائے، اس لئے کہ رحم ایک ایسا انسانی عضو ہے جس کا دوران حمل پیدا ہونے والے جذبات و احساسات کے ساتھ مضبوط تعلق ہے، اس کی حیثیت ہاتھ پاؤں کی طرح نہیں ہے، کسی کام کے لئے ہاتھ پاؤں والے آدمی کو اجرت پر لیا جا سکتا ہے، یا محنت طلب کام میں یا ہاتھ والے کاموں میں جسم کا استعمال کیا جا سکتا ہے، مثلاً چیزوں کا اٹھانا اور انہیں منتقل کرنا، اسی طرح اور دوسری خدمات جن میں جذبات و احساسات کا کوئی دخل نہیں ہوتا، جبکہ رحم کو اجرت پر دینا انسانی کرامت کی تذلیل کے مترادف ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''ولقد کرمنا بنی آدم'' (الاسراء:۷۰) اور یہ رحم بھی اس کرامت کے دائرہ میں آتا ہے، اور عورت کو اپنا رحم اجرت پر دینے کا حق بھی نہیں ہے، اس لئے کہ نسل اور افزائش نسل کے وسائل کا اثبات صرف شارع کو ہے لہذا وہ کسی کے مباح قرار دینے سے مباح نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ رحم کو اجرت پر دینا فروج (شرمگاہ) کے موضوع کے تحت آتا ہے، اور فروج میں اصل حرمت ہے۔

پنجم: اس عمل کی وجہ سے مغربی ممالک میں رائج بہت سی صورتوں میں نسب خلط ملط ہو جاتا ہے، اسلئے کہ مادہ منویہ یا بویضہ کی فراہمی کے واسطہ سے اس مسئلہ میں ایک تیسرا فریق بھی شامل ہو جاتا ہے۔

(فقہ المعاملات پر اپنی نوعیت کا پہلا علمی وتحقیقی مجلّہ آپ کے ہاتھ میں ہے)

متبادل ماں کی صورتیں: (۱۴)

اجرت پر حاصل کردہ رحم کی تمام صورتوں کی حرمت پر ہمارے معاصر علماء کا اتفاق ہے، صرف ایک صورت ہے جس کا ذکر ابھی آئے گا، جس کے جواز میں ان کے درمیان اختلاف ہے۔

اول: وہ صورتیں جن کے حرام ہونے پر اتفاق ہے:

پہلی صورت:

اس کی صورت یہ ہے کہ بیوی کے بویضہ کو شوہر کے مادہ منویہ سے بار آور کرایا جائے، پھر اس بار آور شدہ کو کسی دوسری عورت کے رحم میں ڈال دیا جائے، یہ صورت اس وقت استعمال کی جاتی ہے جبکہ بیوی کی بیضہ دانی تو صحیح سالم ہو لیکن اس کا رحم آپریشن کر کے نکال دیا گیا ہو، یا اس میں پیدائشی طور پر شدید قسم کا کوئی عیب ہو، یا یہ کہ حمل کے نتیجہ میں بیضہ دانی کو شدید قسم کا مرض پیدا ہونے کا خطرہ ہو، مثلاً: حمل کا زہر آلود ہونا وغیرہ، یا کبھی یہ صورت آسودہ حال ہونے کی وجہ سے اپنائی جاتی ہے۔ تا کہ عورت کا سڈول جسم برقرار رہے، یا کبھی حمل وولادت کی تکالیف اور مشکلات سے چھٹکارا پانے کے لئے اپنائی جاتی ہے، اور جب متبادل ماں بچے کو جنتی ہے تو اس کے بچے کو آپسی معاہدہ کے مطابق ایک متعینہ اجرت کے بدلہ زوجین کے حوالہ کر دیتی ہے، یہ صورت حرام ہے، اس میں کسی کے اختلاف کا مجھے علم نہیں، کیونکہ شوہر اور رحم والی عورت کے درمیان شرعی رشتہ ازدواج نہیں پایا جا رہا ہے(۱۵)، اور یہاں متبادل ماں شوہر اور بیوی کے دائرہ سے خارج ایک تیسرا فریق ہے۔ شیخ یوسف قرضاوی کی رائے یہ ہے کہ اگر سائنس اپنی انتہا کو پہنچ جائے اور یہ امر بالفعل واقع ہو جائے تو ان مسائل کے لئے احکام وضوابط کا وضع کرنا ضروری ہے، اس طریقہ کے حرام ہونے کی وجہ سے اس کے لئے احکام وضوابط وضع کرنے کو ممنوع نہیں قرار دیا جائے گا اگر اس کی وجہ سے اس کے اثرات بھی مرتب ہوتے ہوں، اس مسئلہ کے کچھ فقہی نظائر بھی ہیں جن پر فقہاء نے بحث کی ہے، بلاشبہ کسی چیز کی حرمت اس کے اثرات کے حکم کے بارے میں بحث وتحقیق سے نہیں روکتی ہے اگر وہ بالفعل واقع ہو، یہ احکام وضوابط درج ذیل ہیں:

۱۔ متبادل ماں کا شوہر والی ہونا ضروری ہے، باکرہ اور بیواؤں کو بغیر شادی کے حمل کے لئے پیش

کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں فساد کا شبہ ہے، اور اس لئے بھی کہ یہ سماجی نظام کو تہہ وبالا کردے گا، نیز یہ عمومی ادب اور اشیاء کی فطرت کے منافی ہے۔

۲۔ ضروری ہے کہ یہ کام شوہر کی اجازت سے کیا جائے، اس لئے کہ حمل وولادت کے نتیجہ میں شوہر کے بہت سے مصالح اور حقوق فوت ہو جائیں گے۔

۳۔ متبادل ماں کا اپنے شوہر سے عدت کو پورا کرنا ضروری ہے تا کہ اس کے رحم میں بار آور شدہ انڈا کے ہونے کا اندیشہ نہ ہو، اختلاط نسب کو روکنے کے لئے اس کی برات رحم کی ضمانت ضروری ہے۔

۴۔ متبادل ماں کا نفقہ، اس کا علاج ومعالجہ اور اس کی دیکھ ریکھ حمل اور نفاس کی پوری مدت تک انڈے کو بار آور کرنے والے شخص یعنی بچہ کے باپ پر ہوگی۔

۵۔ رضاعت کے تمام آثار واحکام بدرجہ اولی ثابت ہونگے، اس لئے کہ اس صورت میں متبادل ماں رضاعت سے زیادہ کام انجام دیتی ہے۔

۶۔ اس متبادل ماں کو اپنے نوزائیدہ بچے کو دودھ پلانے کا حق ہوگا۔

اور یہ ضروری ہے کہ اس ماں (رحم والی ماں) کی خصوصیات رضاعی ماں سے زیادہ ہوں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس ماں کا نفقہ اس کے بچے پر واجب ہوگا اگر بچہ اس کی وسعت رکھتا ہو، اور ی ماں نفقہ کی محتاج ہو (۱۶)۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اجارہ رحم کو ارضاع پر قیاس کرنے کو جائز قرار دینے کی شرعی حد کیا ہے، یعنی کیا متبادل ماں کو رضاعی ماں پر قیاس کیا جا سکتا ہے، اس لئے کہ دونوں میں سے ہر ایک میں ایک انسانی عضو کی منفعت کو اجرت پر حاصل کیا جاتا ہے، ایک میں اس رحم کو اجرت پر لیا جاتا ہے، اور دوسرے میں اس کے پستان کو اجرت پر حاصل کیا جاتا ہے، اور اس لئے کہ اجرت پر حاصل کردہ رحم اور رضاعت کے عمل کے درمیان مضبوط رشتہ پایا جاتا ہے، اور ساتھ ہی ساتھ ان دونوں کو ایک متبادل خدمت، ایک انسانی عمل اور دوسروں کے کام آنے کی ایک شکل سمجھا جاتا ہے، اسی طرح ان دونوں حالتوں میں نسب کے خلط ملط ہونے کا اندیشہ نہیں ہے، تو جب عضو یعنی پستان کا رضاعت کے لئے اجرت پر حاصل کرنا جائز ہے تو حمل کے لئے رحم کا اجرت پر حصول کیوں جائز نہیں؟ یہاں پستان ایک اجنبی بچہ کو دودھ کے ذریعہ غذا دیتا ہے، اور وہاں رحم ایک اجنبی بچہ کو خون

کے ذریعہ غذا فراہم کرتا ہے، تو غذائیت کا تحقق پستان اور رحم کے ذریعہ ہو رہا ہے، یہاں دودھ کے ذریعہ، اور وہاں خون کے ذریعہ، دودھ اور خون میں سے ہر ایک لحہ بہ لحہ تازہ ہوتا رہتا ہے بلکہ خون سے غذا دودھ کی غذا سے زیادہ زود اثر ہے، اور یہیں سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ خون کا رشتہ (جو کہ دودھ بنانے میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے) دودھ کے رشتہ سے زیادہ قوی ہے، اور نیز متبادل ماں اور اس کے جنین کے درمیان جو نفسیاتی اور جذباتی لگاؤ ہے وہ بچہ اور اس کے رضاعی ماں کے درمیان نفسیاتی اور جذباتی ربط سے کہیں زیادہ قوی اور مضبوط ہوتا ہے، پھر وہ پریشانیاں جن سے رحم والیاں دو چار ہوتی ہیں وہ رضاعی ماں کی پریشانیوں سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ہوتی ہیں۔ جب صورت معاملہ اس طرح ہو تو کیا حلت کے سلسلہ میں ایک دوسرے پر قیاس کرنا جائز ہے؟ یعنی کیا یہ جائز ہے کہ ہم مرضعہ کے تمام حقوق اجرت پر حاصل کردہ رحم والی عورت کو دے دیں؟ اور کیا یہ ممکن ہے کہ استئجار رحم اور استئجار رضاعت کو ہم ایک ہی پلڑے میں رکھیں؟

میری رائے یہ ہے کہ ان دونوں معاملوں کے درمیان قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہوگا، اس کے وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ عقد رضاعت عقد اجارہ شرعی ہے، دلیل قرآن کی یہ آیت ہے: ''فان ارضعن لکم فآتوھن اجورھن'' (الطلاق: ۶)، (پھر اگر وہ عورتیں تمھارے لئے دودھ پلاویں تو تم ان کو اجرت دو) لیکن حمل کی خاطر رحم اجرت پر لینا عقد اجارہ غیر شرعی ہے، اور کسی حرام شئی پر عقد اجارہ بھی حرام ہے۔

۲۔ عورت اپنے رحم کو اجرت پر دینے کی مالک نہیں، لہذا وہ مباح قرار دینے سے مباح نہیں ہوگا، اس لئے کہ رحم فروج (شرمگاہ) کے موضوع میں آتا ہے، اور فروج میں اصل حرمت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''والذین ھم لفروجھم حافظون الا علی ازواجھم او ماملکت ایمانھم غیر ملومین، فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ھم العادون'' (مومنون: ۵۔۷) (اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، لیکن اپنی بیویوں سے یا اپنی لونڈیوں سے تو ان پر کوئی الزام نہیں، ہاں جو اس کے علاوہ طلب گار ہو تو ایسے لوگ حد سے نکلنے والے ہیں)۔

۳۔ اجارۂ رحم کا عقد ابتداء انتفاع رحم کا اجارہ سمجھا جاتا ہے، لیکن درحقیقت نتیجۂ وہ نومولود بچہ کی بیع ہے، اور آزاد کی بیع حرام ہے۔

۴۔ دودھ فطری طور پر جسم سے نکلنے کے لئے ہی پیدا ہوتا ہے، اور وہ جسم سے علیحدہ ہونے والی ایک شئی ہے، اور وہ ایک طاہر فضلہ (زائد شئی) ہے، جسم کے اندر اسی لئے پیدا ہوتا ہے کہ اسے خارج کر دیا جائے، تو اس سے دوسرے فائدہ اٹھائیں، یا اس سے نجات پا جائے، اور رحم کا معاملہ یہ ہے کہ اسے جسم میں ایک دائمی جز کی حیثیت سے بنایا گیا ہے، جس کے اندر حمل کا عمل انجام پاتا ہے، اور یہی حمل کا عمل ماں کے اندر بہت زیادہ اثر انداز ہوتا ہے، کیوں کہ اس کی وجہ سے دوران حمل اور ولادت کے بعد جسمانی، نفسیاتی اور ذہنی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں، اور عمل ارضاع کے نتیجہ میں جو تبدیلیاں ہوتی ہیں ان سے وہ بہت زیادہ مختلف ہوتا ہے، پھر یہ کہ متبادل ماں کے احساسات حمل اور ولادت کی وجہ سے بدل جاتے ہیں، اور وہ یہ محسوس کرتی ہے کہ وہ اس مولود کی ماں ہے، اور ان دونوں کے درمیان گہرے نفسیاتی روابط قائم ہو جانے کی وجہ سے وہ اس کے سلسلہ میں کوتاہی نہیں کر سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کبھی کبھی بچہ کی خاطر اپنے آپ کو قربان کر دیتی ہے، اس قسم کی بات رضاعی ماں کے اندر نہیں پائی جاتی ہے، پھر یہ کہ حمل و ولادت کی وجہ سے ماں کی جان بھی جا سکتی ہے، اگر اس سبب سے اس کی جان چلی جائے تو وہ اسلامی شریعت کی رو سے شہیدہ سمجھی جائے گی، اس لئے رحم کو ارضاع پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، پھر یہ کہ دودھ پلانے والی عورت کو اجرت پر حاصل کرنے میں زوج اور مرضعہ کے درمیان عقد زواج کی ضرورت نہیں ہے، جبکہ زوج اور ام مستأجرہ کے درمیان عقد زواج کا ہونا ضروری ہے۔

دوسری صورت:

یہ صورت بھی بعینہ پہلی صورت ہے، مگر اس میں زوجین کی وفات کے بعد بارآور شدہ شئی یعنی منجمد جنین (frozen Embrio) کو متبادل ماں کے رحم میں منتقل کر دیا جاتا ہے (۱۷) یہ صورت بھی حرام ہے، اس لئے کہ اس صورت میں بھی پہلی صورت کے مشابہ احکام پائے جا رہے ہیں۔

تیسری صورت:

اس کی صورت یہ ہے کہ بیوی کے بویضہ کو کسی اجنبی آدمی جو کہ اس کا شوہر نہ ہو، کے مادہ منویہ سے بارآور کیا جائے اور اس بارآور شدہ کو کسی دوسری عورت کے رحم میں ڈال دیا جائے، یہ

صورت اس وقت اپنائی جاتی ہے جبکہ شوہر بانجھ ہو، اور بیوی کے رحم میں کوئی خلل واقع ہو، لیکن اس کی بیضہ دانی صحیح سالم ہو، یہ صورت انڈے کو غیر شوہر کے مادہ منویہ سے بارآور کرنے کی وجہ سے قطعی طور پر حرام ہے، اس لئے کہ اس صورت کی وجہ سے نسب خلط ملط ہوں گے، جو کہ شرعی طور پر حرام ہے، اور نسب کی حفاظت ایک شرعی ضرورت ہے۔ حاملہ ہونے والی عورت کے شوہر کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس مولود کا نسب اپنے سے جوڑے، اس لئے کہ یقینی طور پر اسے معلوم ہے کہ وہ مولود اس سے نہیں ہے، بلکہ اس مولود کی نفی کرنا اس پر واجب ہے۔ اسی طرح اس مولود کا نسب صاحب مادہ منویہ سے ملانا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس صورت میں اس سے پیدا ہونے والے بچے کا حکم زنا سے پیدا ہونے والے بچے کی طرح ہے، رسول اکرم ﷺ نے اس شخص کے سلسلہ میں جو زنا کے ذریعہ کسی کو اپنا بیٹا بنانا چاہے، فرمایا ''لا یلحق بہ ولا یرث'' (نہ اس سے نسب ثابت ہوگا اور نہ اس کا وارث ہوگا)، اور ایک روایت میں ہے: ''ھو لاھل أمہ من کانوا'' (۱۸) (وہ اپنی ماں کے خاندان والوں کے لئے ہوگا خواہ وہ جو ہوں)۔ اسی طرح بویضہ والی عورت کے شوہر سے بھی اس کا نسب ثابت کرنا جائز نہیں، کیوں کہ اسے معلوم ہے کہ یہ بچہ ایک اجنبی مرد کے مادہ منویہ سے مصنوعی طور پر بارآور کر کے پیدا کیا گیا ہے، لہذا اس بچہ کی نفی کرنا اس کے لئے واجب ہے، ورنہ وہ دوسرے کے بیٹے کو اپنے سے نسب ثابت کرنے والا سمجھا جائیگا، اور یہ حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ پس نتیجۃً ولد الزنا کا نسب اس کی بویضہ والی ماں سے ہوگا اور باپ کی طرف سے اس کے لئے کوئی نسب ثابت نہیں ہوگا۔

چوتھی صورت:

اس کی صورت یہ ہے کہ شوہر کا نطفہ اور اجنبی عورت جو اس کی بیوی نہیں ہے، کا انڈا لے کر دونوں کو بارآور کیا جائے، پھر کسی دوسری عورت کے رحم میں اس لقیحہ کو ڈالا جائے جس سے وہ حاملہ ہو جائے، یہ صورت اس وقت اپنائی جاتی ہے جبکہ بیوی بیضہ دانی اور رحم کے مرض میں اس طرح مبتلا ہو کہ انڈے کا اخراج ممکن نہ ہو، اور نہ یہ ممکن ہو کہ وہ حاملہ ہو جائے، یا عورت مایوسی کی عمر کو پہنچ چکی ہو، یہ صورت بھی حرام ہے، اس لئے کہ وہ عورت جس کا انڈا لیا گیا ہے، اس شوہر کے لئے اجنبی ہے جس کے نطفہ سے اس کے انڈے کو بارآور کیا گیا ہے، نیز یہ کہ مستأجرہ کے رحم کو غیر مشروع شکل میں استعمال کیا گیا ہے۔

دوم: وہ صورت جس کی حرمت میں اختلاف ہے

اس صورت میں بیوی کے انڈے کو شوہر کے نطفہ سے بار آور کیا جاتا ہے، پھر اس لقیحہ کو اسی شوہر کی دوسری بیوی کے رحم میں ڈال دیا جاتا ہے، یہ اس وقت ہے جب ضرورت کے وقت ایک عورت اپنی سوکن کی طرف سے اپنے اختیار سے یہ کام انجام دے، اور یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ کسی ایک بیوی کا رحم نا کارہ ہو یا نکال دیا گیا ہو، لیکن اس کی بیضہ دانی صحیح سالم ہو، اور اس کی سوکن کا رحم صحیح سالم ہو۔

اس صورت کی شرعی حیثیت کے بارے میں علماء کے دو فریق ہیں:

پہلا فریق: ممنوع قرار دینے والے:

اس صورت کو ممنوع قرار دینے والوں کا کہنا ہے کہ اس میں بھی کئی مشکلات پیش آئیں گی ، اور اس کا بھی احتمال ہے کہ دوسری بیوی حاملہ ہو جائے، اور اس کا بھی انڈا بار آور ہو جائے اگر اس کا شوہر اس سے علیحدگی اختیار نہ کرے، چنانچہ اس حالت میں یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ ماں کس بچہ کی ہے، المجمع الفقہی نے اپنے ساتویں اجلاس ۱۴۰۴ھ میں اس صورت کو جائز قرار دیا تھا مکمل احتیاط کی شرط کیساتھ کہ نطفے خلط ملط نہ ہو جائیں، اور یہ کہ سخت ضرورت کے تحت ہی یہ صورت اپنائی جائے، لیکن اس کے بعد المجمع نے نظر ثانی کی اور آٹھویں اجلاس ۱۴۰۵ھ میں فیصلہ کو کالعدم قرار دیا، اور پھر یہ فیصلہ کیا:

(اس لئے کہ دوسری بیوی جس کے اندر پہلی بیوی کے انڈے کا لقیحہ ڈالا گیا ہے اس لقیحہ پر اس کے رحم کا منہ بند ہونے سے پہلے لقیحہ کی کاشت کے ساتھ کسی قریبی مدت میں اپنے شوہر کی مباشرت سے بھی وہ حاملہ ہو سکتی ہے، پھر اس کے نتیجہ میں جڑواں بچے پیدا ہوں گے، پھر یہ معلوم ہی نہ ہو سکے گا کہ کون لقیحہ والا بچہ ہے اور کون براہ راست شوہر کی مباشرت والا بچہ ہے، اسی طرح ماں کا بھی مسئلہ ہوگا کہ کون کس بچہ کی ماں ہے، یہی صورت اس وقت بھی پیش آئے گی جب دونوں حمل میں سے کوئی ایک علقہ یا مضغہ بن کر مر جائے اور اس مردہ لوتھڑے کے ساتھ دوسرے حمل کی بھی ولادت ہو، تو اب یہ بچہ لقیحہ کا بچہ ہوگا یا براہ راست شوہر کے ذریعہ حمل والا بچہ سمجھا جائے گا، پھر اس کی وجہ سے دونوں بچوں میں سے ہر ایک کی حقیقی ماں کی طرف سے نسب بھی گڈ مڈ ہو جائے گا، اور اس پر

مرتب ہونے والے میراث، نفقہ اور حسن سلوک کے احکام بھی مشتبہ ہو جائیں گے، ان سب وجوہات کی بنا پر مذکورہ بالا صورتحال میں سابق فیصلہ سے توقف واجب ہے)(۱۹)

زچہ بچہ کے ڈاکٹروں نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ لقیحہ کے ذریعہ حاملہ عورت کو شوہر سے مباشرت کے بعد دوسرا حمل ٹھہرنے کا امکان ہے، اور ماں کی طرف سے نسب بھی خلط ملط ہو سکتا ہے۔

بظاہر نظریاتی اعتبار سے اگر چہ اس کے وقوع کا امکان ہے لیکن عملی اعتبار سے یہ محال ہے، اس لئے کہ لقیحہ کی کاشت کے عمل میں کئی تیاریوں کی ضرورت پڑتی ہے، جن کی وجہ سے شوہر کا اپنی اس بیوی سے ملنا ممکن نہیں ہوتا ہے، اور وہ عورت علوق بننے کے بعد بیضہ دانی کے بند ہو جانے کے بعد ہی ہاسپٹل سے نکلتی ہے، اس لئے عملی اعتبار سے دوسرے حمل کا ہونا محال ہے، اگر چہ نظریاتی اعتبار سے ایسا ہونا ممکن ہے، کئی معتمد ڈاکٹروں نے اس کا اعتراف بھی کیا ہے۔(۲۰)

پھر اگر شوہر احتیاط کرے اور متبادل ماں بننے والی بیوی سے مکمل طور پر علیحدہ رہے، یہاں تک کہ اس کا حمل ظاہر ہو جائے تو پھر اس وقت اندیشہ باقی نہ رہے گا، اور اندیشہ کے ازالہ کے بعد جواز کو ختم کرنے کا کوئی سبب باقی نہیں رہتا۔ اس صورت کو ممنوع قرار دینے والے کا ایک استدلال یہ بھی ہے کہ اس کو سحاق کی حرمت پر قیاس کیا جائے گا۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: کہ جب سحاق حرام ہے تو کسی عورت کا مادہ منویہ دوسری عورت میں منتقل کرنا بھی اس عمل میں جائز نہیں ہونا چاہیے(۲۱)

اور میرا خیال ہے کہ:

متبادل ماں یعنی دوسری بیوی کو سحاق کرنا اس دلیل کے ساتھ کہ اس میں ایک عورت کے پانی کو دوسری عورت کی طرف منتقل کیا جا رہا ہے، قیاس مع الفارق ہے، اس لئے کہ سحاق کا مقصد لطف اندوزی اور شہوت ہے۔ افزائش نسل نہیں، لطف اندوزی اور شہوت متبادل ماں یعنی دوسری بیوی کے مسئلہ میں مفقود ہے، اس لئے کہ اس صورت کا مقصد افزائش نسل ہے نہ کہ شہوت پرستی۔

پھر یہ کہ سحاق کے عمل میں انڈے دوسری طرف منتقل نہیں کئے جاتے، برخلاف متبادل ماں کے جس میں آپریشن کے ذریعہ بارآور انڈا منتقل کیا جاتا ہے۔

دوسرا فریق: جائز قرار دینے والے:

یہ حضرات اس صورت کو اس اعتبار سے جائز قرار دیتے ہیں کہ وہ دونوں عورتیں ایک ہی

فضل العالم علی العابد کفضلِ القمرِ علی سائرِ الکواکب (سنن ابوداود و ترمذی)

مرد کی بیویاں ہیں، اور اس لئے کہ دوسری بیوی نے اپنی سوکن کے لقیحہ کے حمل کی خاطر اپنے رحم کو تبرعاً پیش کیا ہے، اس صورت میں باپ ایک کا ہونا ثابت ہے، گھریلو استقرار بھی موجود ہے، خاندانی سایہ بھی قائم اور محفوظ ہے، اس صورت میں شوہر کی نسبت سے نسب کا اختلاط نہیں پایا جاتا، اور نہ بیوی کی نسبت سے اگر تمام کاروائیوں اور اصول وضوابط میں احتیاط برتی جائے جن سے نسب کے گڈ مڈ نہ ہونے پر اطمینان بھی حاصل ہو، اسی وجہ سے المجمع الفقہی مکہ نے اپنے ساتویں اجلاس میں اکثریت کی رائے سے اس صورت کو مباح قرار دیا (۲۲)، لیکن اس کیساتھ کامل احتیاط کی بھی شرط لگائی تا کہ نطفے خلط ملط نہ ہو جائیں، اس لئے کہ بارآور شدہ انڈے کی دوسرے کے ساتھ خلط ملط ہو جانے کی غلطی کے اثرات نسل در نسل بڑھتے چلے جائیں گے۔

نیز انہوں نے یہ شرط بھی لگائی کہ اس صورت کا استعمال صرف سخت ضرورت کے وقت ہی کیا جائے۔

میرا خیال یہ ہے کہ: ضروری احتیاط بقدر امکان، حتی المقدور اور انسان کی اپنی بساط بھر تمام کاروائیوں، ضوابط اور ضمانتوں کے ساتھ ثابت ہو جاتی ہے، انسان کو خطا و تلاعب سے روکنے کے لئے اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کیا جاسکتا، اور خطا و تلاعب کے ممکنہ ارتکاب کو دلیل بنا کر انجاب کے سلسلہ میں ان جیسے شرعی مصالح سے نہیں روکا جانا چاہیے، اس لئے کہ اگر ہم نے اپنی مشروعات کی بنیاد خوف خطا کے اصول پر رکھی تو کسی چیز کو حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ خطا اور تلاعب کو روکنے کے لئے دوسرے طریقے نکالنا ضروری ہے، مثال کے طور پر نرسنگ ہوم میں بچوں کے درمیان کبھی کبھی خلط ملط ہو جاتا ہے، جس وقت نرسیں کڑا ڈالنے میں جس بچے کی پہچان ہوتی ہے، غلطی کر جاتی ہیں، تو کیا بچوں کے گڈ مڈ ہو جانے کے خوف سے نرسنگ ہوم بند کر دیا جائیگا، یا اس قسم کے مسائل سے نمٹنے کے لئے مضبوط اور فیصلہ کن کاروائیوں اور اصول وضوابط کو وضع کر کے رو بہ عمل لانا ضروری ہے، اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ان ممنوعات کو پیش نظر رکھیں، اور اپنے دین اور نسب کے سلسلہ میں حد درجہ احتیاط برتیں، لیکن بہت سخت اور تنگی میں ڈالنے والی احتیاط جس سے آدمی شدید تنگی میں پڑ جائے اور جو حلال کو حرام بنانے کا سبب بنے تو ہمیں حلال شرعی کے مقابلہ میں اس دروازہ کو بند کر دینا چاہیے، جیسا کہ کبھی ہم حرام کو حلال اور کبھی حلال کو حرام کر لیتے ہیں (۲۳)، یا جو ضرورت و حاجت کے وقت جائز ہوتا ہے اسے ہم حرام قرار دیتے ہیں۔

حد یعمل فی الارض خیر لاهل الارض من ان یمطروا اربعین صباحا ☆ الحدیث

اس کے نتیجے میں ایک ہی مرد کی دوسری بیوی کے رحم میں لقیحہ کی کاشت کے جواز کا قول راجح معلوم ہوتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ ماں کی طرف سے نسب کے خلط ملط نہ ہونے کی احتیاطی تدابیر لازمی طور پر اپنائی جائیں (۲۴)۔

متبادل ماں جسے مغرب نے ایجاد کیا اور جو مغرب میں عام ہے، کی مشکل کے حل کے لئے یہی ایک شرعی حل ہے اور یہی اسلامی نقطہ نظر ہے، اور اسی کو میں راجح خیال کرتا ہوں کہ دوسری بیوی سے عقد زواج کرلیا جائے۔

اس بیوی کو بھی پہلی بیوی کی طرح حقوق ملنے چاہئیں، اور یہ کہ یہ شادی طلاق کی نیت سے نہ ہو، اور یہ کام اس کی مرضی سے انجام پائے، پھر اس وقت شوہر اور ایک بیوی کے لقیحہ کو دوسری بیوی کے رحم میں ڈالا جائے، اس کے بعد متبادل ماں اس مولود کو پہلی بیوی کے حوالہ کردے، اس نقطۂ نظر کی ایک خوبی دونوں بیویوں کے دلوں میں الفت پیدا کرنا ہے، کیونکہ یہ بچہ ان دونوں کے درمیان زیادہ رابطہ کا کام دے گا، نیز ایسے وقت حاملہ ہونے والی ماں یہ محسوس نہیں کرے گی کہ اس کا مولود اس سے زبردستی چھین لیا گیا ہے، اس لئے کہ بچہ فرد خانہ کی حیثیت سے ان کے ساتھ رہے گا، اور وہ عورت بھی افراد خانہ سے الگ نہیں ہوگی۔ مغربی ممالک کا معاملہ یہ ہے کہ اجرت پر حاصل کردہ رحم والی عورت بسا اوقات پیسے کی ضرورت کے تحت اس معاہدہ کو قبول کرتی ہے، لیکن معاہدہ پر دستخط کرتے وقت کے اس کے احساسات بچہ جننے کے وقت کے احساسات سے بہت مختلف ہوتے ہیں، چنانچہ اس بچہ سے علیحدگی اس ماں کے دل میں اتنے زخم چھوڑ جاتی ہے جو ایک زمانے تک مندمل نہیں ہوتے، مغرب کی عدالتوں کے بہت سارے قضیے اس بات کی شہادت دیتے ہیں۔

دوسرے اعتبار سے اگر ہم رحم کے مسئلہ میں رحم اجرت پر دینے کو جائز نہ کہیں تو بلاشبہ یہ بات رحم والی بیوی کو عوض دینے یا ہدیہ پیش کرنے، اس کی قربانی اور احسان کے بدلہ اس کا اکرام کرنے سے نہیں روکتی ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''من اتی الیکم معروفا فکافئوہ'' (جو کوئی تمہارے ساتھ احسان کا معاملہ کرے تو تم بھی اس کے احسان کا بدلہ چکاؤ) (۲۵)۔

لیکن بعض ان ممالک کے قانون کے پیچھے مشکلات ہیں جو تعدد ازدواج کو ممنوع قرار دیتی ہیں، اس لئے یہ طریقہ ان ملکوں میں نہیں چل پائے گا جہاں قوانین تعدد ازدواج کے مخالف

ہیں، اس صورت کا حل یہ ہے کہ دوسری بیوی کے ساتھ شرعی عرفی عقد نکاح کیا جائے، یہ قانونی حکومتی شادی نہ ہو، تا کہ زوجین قانونی چارہ جوئی سے دوچار نہ ہوں۔ اس صورت میں یہ عرفی عقد نکاح ہی شرعی اعتبار سے قابل قبول ہے۔ اگر چہ اس میں اہل علم کا اختلاف ہے۔

اجرت پر حاصل کردہ رحم کے باب میں مولود کے نسب کی اہمیت:

شریعت نے نسب کی حفاظت کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے، اور اس کے لئے کہ ایک مضبوط فصیل قائم کی ہے، تا کہ وہ شخص اس میں نہ داخل ہو پائے جو اس میں سے نہیں ہے، اور جو اس میں ہے اس سے باہر نہ نکل پائے، چنانچہ اسلام نے گود لینے کو حرام قرار دے دیا، اس لئے کہ لے پالک اہل خانہ سے الگ اور اس کی نسب سے دور ہوتا ہے، اور یہ واجب قرار دیا کہ ہر انسان کی نسبت اس کے باپ کی طرف کی جائے، جس طرح گود لینے کو حرام قرار دیا تا کہ نسب میں دوسروں کے داخل ہونے کو روکا جائے، اسی طرح یہ بھی حرام قرار دیا کہ کوئی انسان اپنے نسب سے اعراض کرے، اور اس کی نسبت اس کے باپ کے علاوہ کسی اور طرف کی جائے، رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''من ادّعی الی غیر ابیہ وھو یعلم انہ غیر ابیہ، فالجنۃ علیہ حرام'' (جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کی طرف نسبت کرے اور وہ جانتا ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے، تو جنت اس پر حرام ہے) (۲۶) شرعی اعتبار سے نسب کی اہمیت کے حامل متعدد احادیث و آثار ہیں، جن سے وہ سارے احکام مرتب ہوتے ہیں جو باپ اور بیٹوں یا ایک ساتھ دونوں سے متعلق ہیں۔ بہرحال باپ سے متعلق چند احکام درج ذیل ہیں:

والدین کے ساتھ حسن سلوک، جہاد جو کہ فرض کفایہ ہے، اس کے لئے والدین کی اجازت سے نکلنا، خاص طور سے اسوقت جب کہ وہ ان کی کفالت کر رہا ہو، بیٹے کے قتل میں باپ سے قصاص کا ساقط ہو جانا، اسی طرح ماں سے بھی جب کہ اس نے اپنے بیٹے کا قتل کیا ہو، جب باپ اپنے بیٹے یا بیٹی پر زنا کی تہمت لگائے تو حد قذف کا ساقط ہو جانا، صغیر پر ولایت النکاح اور ولایت علی المال کا حاصل ہونا، یہ تمام احکام باپ سے متعلق ہیں۔ بیٹوں سے متعلق احکام درج ذیل ہیں:

رضاعت والدین پر ایک واجب حق ہے، اسی طرح پرورش و پرداخت اور نگہداشت بھی۔

رہے وہ احکام جو باپ اور بیٹوں دونوں سے متعلق ہیں تو وہ درج ذیل ہیں:

میراث، حرمت نکاح، دیت کا وجوب اور لینے کا استحقاق، اور باپ کا بیٹوں کے خون

☆ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین ☆

کے مطالبہ کا حق ہے، اور ایسا ہی اس کے برعکس بھی ہے، یہ ایسا ثابت شدہ حق ہے جسے رشتہ نسب کی وجہ سے ہر ایک دوسرے کی طرف سے ادا کرے گا، صدقہ فطر باپ اور بیٹے میں سے ہر ایک کے لئے واجب ہے، اور ان دونوں میں جو قادر ہوگا وہ دوسرے کی طرف سے ادا کردے گا، اسی طرح نفقہ بھی واجب ہے جس کا تبادلہ باپ اور بیٹے کے درمیان ہوتا رہے گا، دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کی ضرورت کے وقت اسے انجام دے گا، عدم برأت، باپ اپنے بیٹوں کے نسب سے برأت کا اظہار نہیں کرسکتے چاہے وہ فسق کی انتہا کو پہنچ جائیں یا کافر ہی کیوں نہ ہوجائیں، اور نہ بیٹے اپنے باپ کے نسب سے برأت کا اظہار کرسکتے ہیں، اور برأت کا اظہار کفر سے ہوگا نہ کہ نسب سے، ''فلما تبین لہ انہ عدو للہ تبرا منہ'' (پھر جب اس پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو وہ اس سے محض بے تعلق ہوگئے) (سورۃ توبہ/۱۱۴)

باپ اور بیٹے کے اعمال سے قطع نظر نسب ایک مقدس شئ ہے، نیز نسب کی بنیاد پر ہی عورت محرم کے ساتھ سفر کرسکتی ہے، اسی طرح صلہ رحمی اور دوسرے احکام کی بنیاد بھی اسی پر ہے(۲۷)۔

اس مسئلہ میں مولود کے نسب کو بیان کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ ہم کرایہ والے رحم کا جرم زنا سے ربط کی وضاحت کردیں، کیا متبادل ماں کے رحم میں میاں بیوی کے مادہ منویہ سے تیار کئے گئے لقیحہ کی کاشت شریعت میں زنا شمار ہوگی، اور کیا اس پر زنا کے اثرات مرتب ہوں گے؟ کیوں کہ اس سے دوسرا فروعی حکم بھی مرتب ہوتا ہے، اور وہ اس نومولود بچے کا حکم ہے جسے متبادل ماں جنم دیتی ہے، اس لئے کہ معاملہ اگر زنا کا ہے تو اس زنا کی وجہ سے باپ کی طرف سے نسب ثابت نہ ہوگا۔

میرا خیال یہ ہے کہ:

متبادل ماں کے رحم میں لقیحہ کی کاشت اور زنا کے درمیان فرق ہے، اور وہ یہ کہ:

زنا جو کہ موجب حد ہے، اس میں بنیادی چیز جنسی تعلق ہے (یعنی حرام دخول) جس میں حلال کا ادنی شائبہ بھی نہیں ہوتا، اور یہ چیز یہاں معدوم ہے، اس لئے کہ اس فعل کا مرتکب تعزیراتی اعتبار سے زانی نہیں سمجھا جاتا ہے، پس اس پر حد بھی نافذ نہیں ہوگی، لیکن چونکہ یہ فعل حرام ہے اس لئے جو بھی اس میں تعاون کرے گا وہ سزا کا مستحق ہوگا۔

لیکن کیا حقیقی اعتبار سے یہ فعل زنا جیسا ہے اس بنیاد پر کہ دونوں کا نتیجہ ایک ہے، اور وہ

یہ ہے کہ ایک اجنبی مرد کے نطفہ کو جان بوجھ کر کسی اجنبی عورت کے رحم میں ڈالا جاتا ہے؟

میری رائے یہ ہے کہ:

وہ دونوں چند نقاط میں مختلف ہیں اور صرف ایک نقطہ میں متفق ہیں، اور وہ یہ کہ:

جب ایک مرد کا مادہ منویہ کسی اجنبی عورت کے رحم میں ڈال دیا جائے تو اس عورت کے رحم کے اندر انڈے کو بارآور کر سکتا ہے، اور یہ معاملہ میاں بیوی کے لقیحہ کو کسی اجنبی عورت کے رحم میں ڈالے جانے والے معاملہ سے مختلف ہے، پس پہلی صورت میں جبکہ انڈا بارآور ہو جائے تو نسب خلط ملط ہو جاتا ہے، لیکن دوسری صورت میں اگر ہم احتیاط سے کام لیں تو نسب کے خلط ملط ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا، چونکہ عمل زنا میں مرد کا نطفہ زانیہ عورت کے انڈے سے ملتا ہے اور اسے بارآور کرتا ہے، لیکن یہاں پر زوجین کے مادہ منویہ اور رحم والی عورت کے مادہ منویہ کے درمیان کوئی اختلاط نہیں ہوتا، اس لئے کہ لقیحہ کی کاشت کا عمل آپریشن کے ذریعہ مکمل ہوتا ہے، اور حاملہ ہونے والی عورت کا رول بالکل دودھ پلانے والی عورت کے رول کی طرح ہے، جو مولود کو غذا فراہم کرتی ہے، اس میں موروثی صفات منتقل نہیں کرتی ہے، تو گویا رحم یہاں ایک ظرف اور گود کا نام ہے جس کا نسب کے اختلاط سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

پھر یہ کہ زنا کا مقصود عورت سے اولاد کا حصول، اور بچہ کو زانی مرد کی طرف منسوب کرنا نہیں ہوتا، بلکہ اس کا مقصد صرف لطف اندوزی، جنسی لذت اور تکمیل شہوت ہوتا ہے، لیکن کرایہ والے رحم کا مقصود شروع سے ہی اولاد کا حصول ہوتا ہے، اور اس میں شہوت، جذبات اور خواہشات کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ زنا کا وقوع ہوتا ہے لیکن حمل کا وجود نہیں ہوتا، اور یہ مانع حمل دوائیں یا کنڈوم وغیرہ کے استعمال کے ذریعہ بھی ہو سکتا ہے۔

دونوں صورتوں کے درمیان یہی بنیادی فرق ہے، لیکن دوسرے اعتبار سے یہ عمل زنا سے ملتا جلتا ہے، کیوں کہ ایک اجنبی مرد کے مداہ منویہ کو اجنبی عورت کے رحم میں داخل کر کے یکجا کیا جاتا ہے جبکہ ان دونوں کے درمیان شرعی رشتہ ازدواج نہیں ہوتا ہے، اگر چہ نسب میں اختلاط نہیں ہوتا ہے۔

اگر کوئی آدمی یہ سوال کرے اور یہ کہے کہ: جو چیز کرایہ والے رحم میں ڈالی جاتی ہے وہ کسی اجنبی مرد کا نطفہ نہیں ہوتا، جیسا کہ زنا کی صورت میں ہوتا ہے اور جس میں زانی کے نطفہ سے ہی عورت کا انڈا بارآور ہوتا ہے، بلکہ متبادل ماں کی صورت میں جو چیز پیش آتی ہے وہ یہ کہ شوہر کے مادہ

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

منویہ کو ٹیسٹ ٹیوب میں موجود بیوی کے انڈے میں ڈالا جاتا ہے، پھر وہ اسے بار آور کرتا ہے، اور اسے زرخیز بویضہ بنا دیتا ہے، پھر اس کے بعد کرایہ والے رحم میں اس کی کاشت کی جاتی ہے، لہذا اس صورت میں نسب میں اختلاط کا اندیشہ نہیں ہے، اور درج ذیل تفصیل کو بھی ملحوظ رکھا جانا چاہیے:

مادہ منویہ اپنی موجودہ شکل میں مکمل ہو چکا ہوتا ہے، اسی طرح اس کیمیائی ترکیب سے پہلے وہ تنہا خلیہ تھا جس میں صرف ۲۳ کروموسوم، ایک سر اور ایک دم تھا، اب وہ پرورش پا کر ایسا خلیہ بن جاتا ہے جو ۴۶ کروموسوم پر مشتمل ہوتا ہے، اور اسکی دم بھی غائب ہو جاتی ہے، اور جب وہ دوسرے اجنبی جسم میں داخل ہو جاتا ہے تو اس کا حجم بویضہ کی بہ نسبت ایک لاکھ گنا زیادہ بڑا ہوتا ہے، بنا بریں شوہر کے یہ ۲۳ کروموسوم انڈے میں داخل ہونے کے بعد مادہ منویہ باقی نہیں رہتا، اور نہ اس میں کوئی منوی صفت باقی رہتی ہے، اس لئے نہیں کہا جاسکتا کہ کسی اجنبی مرد کا نطفہ ایک اجنبی عورت کے رحم میں ڈالا گیا، اور خاص طور پر اس وقت جبکہ ہمیں معلوم ہو گیا کہ اس صورت میں نسب سو فیصدی خالص رہتا ہے، اس لئے کہ اس کی کاشت آپریشن کے ذریعہ ہی عمل میں آتی ہے۔

میرا خیال یہ ہے کہ:

اشیاء کے حقائق اپنے جوہر سے ثابت ہوتے ہیں نہ کہ حجم کے بڑے اور چھوٹے ہونے سے، منوی جراثیم کے چھوٹے ہونے کے باوجود اس کے اندر انسان کا جوہر اور اس کی حقیقت پائی جاتی ہے، اسی طرح جو چیز رحم میں داخل کی جاتی ہے وہ تمام کا تمام منی نہیں ہوتی جس طرح عمل جماع میں ہوتا ہے، بلکہ اس کا ایک ہلکا سا جز ہوتا ہے، اور وہ ایک منوی جراثیم ہے جو کہ رحم کے بجائے ٹیسٹ ٹیوب میں انڈے کو بار آور کرتا ہے۔

بہر حال جو چیز عملی طور پر واقع ہوتی ہے اور جس کا کہنا سچ ہے وہ یہ کہ نتیجۃً اس عمل میں اجنبی مرد کے نطفہ کو اجنبی عورت کے رحم میں داخل کیا جاتا ہے، لیکن اگر احتیاط برتی جائے تو نسب کے خلط ملط ہونے کا امکان نہیں رہتا، اس کے باوجود بھی ہم یہ کہیں گے کہ فروج میں اصل حرمت ہے، جو بغیر صحیح عقد نکاح کے حلال نہیں ہوسکتا۔

حقیقی ماں کون ہوگی اور رضاعی ماں کون؟

کرایہ پر رحم کی صورتیں حرام قرار دیئے جانے کے باوجود اگر عملی طور پر ایسا عمل انجام پاتا

حقیقی ماں کون ہوگی اور رضاعی ماں کون؟

ہے اور اس کے نتیجہ میں بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس بچہ کی نسبت کس کی طرف کی جائے گی؟ میاں بیوی کی طرف جن کے نطفے اور انڈے سے لقیحہ وجود میں آیا تھا، یا رحم والی عورت اور اس کے شوہر کی طرف، ان دونوں میں سے شرعی ماں کون ہوگی جس کو میراث، نفقہ اور حضانت وغیرہ کا حق حاصل ہوگا؟ کیا انڈے والی عورت ماں ہوگی یا رحم والی عورت ماں کہلائے گی؟ اصلی ماں کون ہوگی اور روایتی ماں کون ہوگی؟ کیا موروثی جین کی حامل طبعی ماں جو کہ بچہ کی طرف صفات و عادات کو منتقل کرتی ہے، یا وہ عورت جو اس کو شکم میں اٹھائے رکھتی ہے، خون کے ذریعہ اسے غذا فراہم کرتی ہے، اور پھر نو مہینے کے بعد اسے جنم دیتی ہے؟

اس مسئلہ میں محققین کے درمیان اختلاف ہے اور وہ دو گروپوں میں بٹ گئے ہیں:

پہلا فریق: (۲۸)

ان کا خیال یہ ہے کہ نسبی، حقیقی اور وارث بننے والی ماں وہ عورت ہوگی جس کے انڈے کے ذریعہ بچے کی تخلیق ہوئی ہے، اور رحم والی عورت جو حاملہ ہوئی اور بچے کو جنم دیا وہ رضاعی ماں کی طرح ہوگی (۲۹)، وہ حکماً ماں سمجھی جائے گی، یعنی حضانت اور تغذیہ کو معتبر مان کر اس کے لئے بھی ماں کا حکم لگائیں گے، لیکن اس سے نسب ثابت نہیں ہوگا، اس کے لئے صرف حکم رضاعت ثابت ہوگا، اور اس کے درج ذیل متعدد اسباب ہیں:

۱۔ یہ صورت اس اساس پر مبنی ہے کہ لقیحہ عورت کے انڈے اور اس کے شوہر کے نطفہ سے تیار ہوا ہے، پھر بار آوری کے بعد کسی دوسری عورت کے رحم میں اس کی کاشت کی گئی، چونکہ جنین ایسی عورت کے انڈے اور ایسے مرد کے نطفہ سے وجود میں آیا جن کے درمیان صحیح شرعی نکاح ہو چکا ہے، اس کے پیش نظر جنین کی نسبت ان ہی دونوں کی طرف کی جائے گی، رحم والی عورت نے تو جنین کا تکوینی مرحلہ شروع ہونے کے بعد اپنے خون کے ذریعہ اس کو غذا فراہم کی یہاں تک کہ وجود مکمل ہونے کے بعد وہ پیدا ہو گیا، اس لئے اس پر رضاعی ماں کا حکم لگانا بدرجہ اولی ہوگا، اس لئے کہ مرضعہ نے اپنے دودھ کے ذریعہ غذا فراہم کی، اور اس عورت نے خون کے ذریعہ غذا فراہم کی، اس نے بچہ کے پوری طرح نشو ونما پا جانے کے بعد اور ایک مکمل انسان

بن کر پیدا ہونے کے بعد اس کو غذا فراہم کی، اور اس عورت نے تکوینی مرحلہ شروع ہونے کے بعد سے ہی اس کو اپنی کوکھ میں رکھا اور اسے غذا فراہم کی، اس کا یہ تغذیہ ہی اس کی نشوونما کی تکمیل اور اس کی ولادت کا سبب بنا، تو جن چیزوں کا حکم شریعت نے رضاعت کے سبب مرضعہ کے لئے کیا ہے بدرجہ اولی یہ عورت بھی ان چیزوں کی مستحق ہوگی۔

۲۔ نیز انسانی خصائص اور موروثی صفات صرف مادہ منویہ اور بویضہ کے ذریعہ ثابت ہوتے ہیں، رحم والی عورت کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے، اسلئے کہ رحم صرف حضانت اور ایک ظرف ہے۔

۳۔ پھر یہ کہ پھل بیج سے نکلتا ہے نہ کہ زمین سے، جو شخص کوئی سنترہ کی کھیتی کرے گا وہ سنترے ہی توڑے گا چاہے جس زمین میں سنترہ کا پودہ لگائے، اور جو سیب کے پھل لگائے گا وہ سیب ہی پائے گا، زمین اگر چہ بیج کو پوری طرح تیار کرتی ہے، لیکن اس میں بڑھنے والے پودے کی جنس اور نوع کے سلسلے میں زمین کا کوئی دخل نہیں ہوتا (۳۰)، مثلاً کسی پیڑ کا چھوٹا سا پودا جسے تھوڑا سا بڑا ہونے کے بعد کسی دوسری جگہ منتقل کر دیا جائے تو اس پیڑ کی نسبت بیج کی طرف ہوگی نہ کہ اس مٹی کی طرف جہاں وہ منتقل ہوا ہے۔

اسی طرح تلقیح شدہ انڈا اگر ٹیسٹ ٹیوب میں (جس کی کوشش سائنسدان کر رہے ہیں) یا مصنوعی رحم میں، یا بعض اوقات بندریا کے رحم میں (اگر ایسا ہونا ممکن ہو) اپنی زندگی کے تمام مراحل پوری کر لے، اور بچہ اس سے مکمل انسان بن کر نکلے، تو کیا اس بچہ کی ماں ٹیسٹ ٹیوب، یا مصنوعی رحم یا بندریا کو قرار دیا جائے گا، یا اس کی ماں انڈے والی عورت ہی ہوگی جو نہ ٹیوب ہے نہ مصنوعی رحم اور نہ بندریا (۳۱)۔

دوسرا فریق: (۳۲)

ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ وارث قرار پانے والی حقیقی ماں وہی رحم والی عورت ہوگی جو اس بچہ کے لئے حاملہ ہوئی اور اسے جنم دیا (۳۳)، اور انڈے والی عورت رضاعی ماں کی طرح حکمی ماں قرار پائے گی، یہ لوگ لڑکے کے نسب کے سلسلہ میں ولادت کا اعتبار کرتے ہیں، لہذا اس بچہ کا نسب اس عورت سے ثابت کرتے ہیں جو اس کو جنم دیتی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ شوہر اس کا اعتراف کرے، یا یہ کہ کئی گواہان اس کی گواہی دیں (۳۴)، پس وارث قرار پانے والی ماں وہی رحم والی

عورت ہوگی ، اور بچہ کا نسب رحم والی عورت کے شوہر سے ثابت ہوگا، اس لئے کہ حدیث میں مذکورہ قاعدہ شرعیہ کے مطابق بچہ صاحب فراش ہی کا ہوگا۔

یہ حضرات درج ذیل دلائل پیش کرتے ہیں:

اول:

قرآن کے نصوص قطعیہ جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ بچہ کو جنم دینے والی عورت ہی ماں کہلائے گی ، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''ان امھاتم الا اللا ولدنھم'' (مجادلہ /۲)، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے ماں ہونے کی نفی کر دی جس نے بچہ کو جنم دیا ، اور خصوصاً یہ آیت قطعی الثبوت والدلالۃ ہے اور صیغہ حصر کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ اس کی ماں وہی ہوگی جس نے اس کو جنم دیا ہے، وہ اس کی والدہ ہے ، اور لفظ والدہ اسم فاعل ہے فعل ''ولد'' کا، تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو اس کو جنم دے وہ اس کی ماں نہ کہلائے ، اس آیت کریمہ میں جملہ نافیہ ہے، اور نفی اور اثبات سے مل کر بنا جملہ عربوں کے یہاں حصر کا سب سے قوی قاعدہ تسلیم کیا جاتا ہے، چنانچہ کلمہ توحید ''لا الہ الا اللہ'' میں صرف اللہ کیلئے الوہیت کا اثبات ہے، اور اس میں اللہ کے علاوہ کیلئے الوہیت کی نفی ہے۔ (۳۵)

اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک قول یہ ہے: ''حملتہ امہ کرھاً ووضعتہ کرھاً'' (اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا) (احقاف:۱۵)، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں واضح کر دیا کہ جو عورت تکلیف کے ساتھ بچہ شکم میں اٹھائے پھرتی ہے اور تکلیف کے ساتھ اس کو جنم دیتی ہے وہی اس کی ماں ہے، اور اس طرح وہی انڈے والی عورت کہلانے کی مستحق ہے، اللہ تعالیٰ کا ایک قول یہ بھی ہے: ''والوالدات یرضعن اولادھن'' (اور مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلایا کریں) (بقرہ /۲۳۳)، اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ کو دودھ پلانے والی عورت وہی ہے جس نے اسے جنم دیا ، اگر چہ انڈا کسی عورت کا ہو، اس طرح اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ''لا تضار والدۃ بولدھا'' (کسی ماں کو تکلیف نہ پہنچانا چاہیے کسی اور کے بچہ کی وجہ سے) (بقرہ /۲۳۳)، اس سے معلوم ہوا کہ گندے نطفہ سے لے کر ولادت تک کے انسان کی اپنے ماں کے رحم میں تخلیق کے تمام مراحل رحم کے اندر ہی طے ہوتے ہیں ، اور جس کو یہ تمام چیزیں پیش آتی ہیں اسی کو قرآن نے ماں کے نام سے موسوم کیا ہے۔

علم وفن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابوزرعہ)

اسی طرح یہ قول بھی ہے:

"یخلقکم فی بطون امھاتکم خلقاً من بعد خلق فی ظلمات ثلاث"

(وہ تم کو ماؤں کے پیٹ میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت پر بناتا ہے تین تاریکیوں میں)(الزمر/۶)۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا قول:

"واذ انتم اجنة فی بطون امھاتکم"

(اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے)(النجم/۳۲)۔

اور یہ قول بھی:

"ووصینا الانسان بوالدیہ حملته امه وھنا علی وھن"

(اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ہے، اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا (لقمان/۱۴)

تو کیا انڈے والی عورت کمزوری پر کمزوری کے باوجود اس بچہ کو اٹھائے پھری؟

ایک دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے: "للرجال نصیب مما ترک الوالدان" (مردوں کے لئے بھی حصہ ہے اس چیز میں جس کو ماں باپ چھوڑ جاویں) (نساء/۷)، عورت کا وہی بچہ وارث بنے گا جس کو اس نے جنم دیا ہے، پس اس کی وجہ سے یہ عورت ہی اس کی حقیقی والدہ ہوگی نہ کہ وہ عورت جس سے انڈا لیا گیا۔

دلیل میں یہ حدیث بھی پیش کی جاتی ہے: "ان احدکم یجمع خلقه فی بطن امه اربعین یوما نطفة، ثم یکون فی ذلک علقة مثل ذلک"۔ حضرت ابن مسعودؓ نے اس حدیث کی روایت کی ہے(۳۶)۔

اس فریق کی طرف سے قرآن وحدیث کے نصوص سے یہی سب دلائل پیش کی جاتی ہیں، اس بنیاد پر یہ بچہ اس عورت کا بیٹا ہوگا جو حاملہ ہوئی اور اس بچہ کو جنم دیا، لڑکے کے لئے اپنی ماں کی نسبت سے، اسی طرح ماں کے لئے اپنے بچے کی نسبت سے وہ تمام احکام ثابت ہوں گے جو میراث، وجوب نفقہ اور حضانت سے متعلق ہیں، اور اس بچہ کے لئے اپنی والدہ کے اصول وفروع اور اقارب

وغیرہ سے متعلق حلت وحرمت بھی ثابت ہوں گے۔

میرا خیال یہ ہے کہ:

اس فریق کا ان دلائل سے استدلال کرنا غیر موزوں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ:

جن نصوص سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ماں وہی ہے جس نے جنم دیا، اور وہی والدہ کہلائے گی، تو ان سے استدلال کرنا اس رائے کی تائید کیلئے حجت نہیں بنے گا، یہ اس لئے کہ پوری انسانی تاریخ میں، تمام مذاہب میں قرآن کے نزول کے وقت اور دین اسلام میں حقیقی ماں ہی ایک مکمل حقیقت ہے، ماں ہی پوری ہیئت کا مجموعہ ہے، وہ حاملہ ہوتی ہے، جنم بھی دیتی ہے، اور وہ بذات خود بویضہ والی اور موروثی جین والی عورت بھی ہے، چونکہ ہر مولود کا اپنی ماں سے دو طرح کا تعلق ہوتا ہے:

پہلا تعلق تخلیقی اور موروثی ہے، اور اس تعلق کی اصل عورت کا بویضہ ہے۔

دوسرا تعلق حمل، ولادت اور حضانت کا ہے، اور اس تعلق کی اصل عورت کا رحم (بچہ دانی) ہے، چنانچہ یہی مولود اپنی ماں سے فطری اور شرعی طور پر متعلق ہوتا ہے(۳۷)، اسی صفت کی بنیاد پر قرآن کی وہ آیات نازل ہوئیں جو امومت اور والدہ کے معنی کو شامل ہیں، چنانچہ قرآنی ماں اور والدہ وہ عورت کہلائے گی جو حاملہ ہوتی ہو اور بچہ جنم دیتی ہے، اور وہ بذات خود اپنے مبیض (انڈے دانی) سے انڈے بھی پیدا کرتی ہو۔ لہذا جنین کی والدہ اور انڈے کو پیدا کرنا دونوں ایک ہی عورت کی طرف سے انجام پایا، پھر اس کی بنیاد پر وہ عورت اس بات کی مستحق ہوئی کہ اسے والدہ اور ماں کا نام دیا جائے۔

بہرحال صرف حاملہ ہونے والی اور بچہ جنم دینے والی عورت پر جبکہ اس کا بویضہ نہ ہو، ماں کا اطلاق کرنا، یعنی قرآن کے نزول کے وقت کامل ہیئت کے بغیر بچہ پیدا کرنے والی عورت پر ماں کا اطلاق کر کے اس کو مستدل بنانا یہ محل نظر ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا قول: "الا اللائی ولدنهم" کا معنی "ولدن الجنین" اور "ولدن البویضة" دونوں ہے، اس لئے کہ اگر ہم ولادت کو صرف جنین کی پیدائش پر محدود کر دیں تو یہ اس صورتحال کے مخالف ہوگا جس کے پس منظر میں قرآن کا نزول ہوا ہے۔

اس مسئلہ میں آیت ظہار:

" الذين يظاهرون منكم من نساء هم ماهن امهاتهم ان امهاتهم الا اللائي ولدنهم وانهم ليقولون منكرا من القول و زورا" (مجادلہ/۲)

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابوعبید) ☆☆☆

سے استدلال کرنا بعید ہے، کیونکہ آیت کا معنی یہ ہے کہ جو کوئی اپنی بیویوں کو اپنی ماؤں سے مشابہ قرار دے اور کوئی اپنی بیوی سے یہ کہے: ''انت علی کظھر امی'' وغیرہ، یعنی جس طرح میری ماں مجھ پر حرام ہے اسی طرح تم مجھ پر حرام ہو، ان کی بیویاں ان کی مائیں نہیں ہیں، تو یہ ان کی طرف سے کذب ہو گا، چونکہ ان کی مائیں درحقیقت وہ عورتیں ہیں جنہوں نے ان کو جنم دیا، اور بلاشبہ ظہار کا عمل کرنے والے اس طرح ایک بری بات کہتے ہیں، لہذا بیوی کو ماں سے تشبیہ دینا سراسر جھوٹ اور کذب ہے، بیوی ماں کے مشابہ نہیں ہوتی ہے (۳۸) اور یہی آیت سے مراد ہے۔

چنانچہ اس کی بنیاد پر میری رائے یہ ہے کہ:

ان آیات کے معانی کو ایسی جدید عصری صورتحال میں جس کی نص متحمل نہیں ہے، داخل کرنا ہمارے لئے مناسب نہیں، اس لئے کہ یہ صورتحال اس صورت سے مختلف ہے جس کیوجہ سے یہ آیت نازل ہوئی، کیونکہ یہ آیت ایک مخصوص واقعہ کے جواب میں نازل ہوئی ہے، اور وہ یہ کہ کیا بیوی ماں ہے، قرآن کریم نے اس کی تردید کی کہ یہ جھوٹ اور کذب ہے، لہذا بیوی ماں نہیں ہے اور نہ وہ حرمت میں اس کے مشابہ ہے، اس لئے بیوی حلال قرار پاتی ہے اور ماں حرام ہے، اور حلال شئی کو حرام شئی سے تشبیہ دینا جھوٹ اور کذب میں داخل ہے، اور آیت موجودہ دور میں پیش آنے والے سوال کے جواب میں نہیں نازل ہوئی، کہ حقیقی اور نسبی ماں انڈے والی عورت ہے یا وہ جو حاملہ ہوئی اور بچہ کو جنا؟ اس آیت کا سبب نزول معنی کو متعین کرتا ہے، چونکہ یہ قضیہ اصلاً بحث کے لئے پیش ہی نہیں تھا، یہ ایک نیا قضیہ ہے، ظہار کے مفہوم کو اس نئے قضیہ سے جوڑنا غیر محتمل شئی پر نص کو محمول کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس قول ''ان امھاتھم الا اللائی ولدنھم'' میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہاں اعتبار لفظ کے عموم کا ہوگا نہ کہ سبب کی خصوصیت کا اعتبار ہوگا، کیونکہ سبب خاص یہاں وہ عورت ہے جس کیساتھ اس کے شوہر نے ظہار کا معاملہ کیا، اور وہ عورت سلمی بنت صخر ہیں (۳۹)، چونکہ آیت ظہار متعین مرد و عورت کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے اور وہ اس کی خصوصیت ہے، رہا آیت کریمہ میں عموم کا مسئلہ تو یہ ہر وہ حالت ہے جو اس کے مماثل ہو، یعنی ہر وہ عورت جس سے بچہ پیدا ہوا اور اس سے انڈا بھی پیدا ہو، اس آیت میں '' ولدنھم '' کا معنی جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، یہ ہے کہ عورت کا جنین ہو اور اسی عورت کا انڈا بھی ہو۔ اس طرح یہ آیت قرآنی اس حقیقت واقعہ کے مطابق نازل ہوئی، لیکن جب محل مختلف ہو، یعنی ماں صرف جنین پیدا کرے اور انڈا نہ پیدا کرے جیسا کہ کرایہ کے رحم والے

قضیہ میں ہے، تو اس وقت اس کا حکم بھی مختلف ہوگا، یہاں پر یہ نیا واقعہ لفظی عموم کے تحت نہیں آئے گا، اس لئے کہ محل مختلف ہے، حکم کا سبب بھی نہیں پایا گیا، اور حکم محل پر منطبق نہیں ہے، لہذا ہم ''العبرۃ بعموم اللفظ لا بخصوص السبب'' (اعتبار الفاظ کے عموم کا ہے مخصوص سبب کا نہیں) کے قاعدہ کو تسلیم کر لیں گے، لیکن سبب کی تحقیق اور اس کے وجود میں اختلاف ہے، اس لئے ہم متبادل ماں والے قضیہ میں تحقیق سبب اور اس کے وجود کو تسلیم نہیں کریں گے کہ اس پر سبب یعنی حکم مرتب ہو، کیونکہ سبب کا مدلول اس نئے قضیہ میں متحقق نہیں ہے، لہذا کرایہ والے رحم کے قضیہ میں اس آیت سے استدلال غیر محل میں استدلال کرنا ہوگا۔(۴۰)

پھر یہ کہ آیت کے ظاہری مفہوم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بچہ پیدا کرنے والی عورت ہی ماں ہے، کیونکہ کلمہ حصر کے ساتھ آئی ہے: ''ان امھاتھم الا اللائی ولدنھم'' (مجادلہ/۲)، اسی کے ساتھ مرضعہ بھی ماں کہلاتی ہے: ''وامھاتکم اللاتی ارضعنکم'' (نساء/۲۳)، رسول اللہ ﷺ کی زوجہ بھی ماں کے درجہ میں ہیں ''وازواجہ امھاتھم'' (احزاب/۶)، یہ سب ایسی مائیں ہیں جن سے نکاح حرام ہے۔

مذکورہ بالا مناقشہ کی بنیاد پر ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ انڈے والی عورت ہی حقیقی ماں ہے، اس عورت کے لئے میراث، نفقہ اور حضانت وغیرہ کے احکام ثابت ہوں گے، اور اس میں انڈے کا اعتبار ہوگا، اس لئے کہ بچہ کے اندر انڈے والی عورت کی ہی تمام موروثی صفات منتقل ہوتی ہیں، رہا مسئلہ رحم والی عورت یعنی متبادل ماں کا تو یہ حکمی ماں کہلائے گی، اس کے لئے نسب ثابت نہیں ہوگا، اسکے لئے صرف رضاعت کا حکم ثابت ہوگا۔

جو لوگ متبادل ماں کو رضاعی ماں کے درجہ میں مانتے ہیں ان کے خلاف ایک سوال یہ اٹھتا ہے کہ:

اگر کسی عورت کا خون کسی دودھ پیتے بچہ کے اندر ابتدائی دو سالوں کے اندر اندر منتقل کیا جائے تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، اور بلاشبہ تحریم رضاعت کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ المجمع الفقہی الاسلامی نے اتفاق رائے سے پاس کیا ہے(۴۱) پھر کیسے ہم رضاعی ماں کا حکم اس متبادل ماں کو دیں گے جس نے جنین کو اپنے خون کے ذریعہ غذا فراہم کی؟

ظاہر یہ ہوتا ہے کہ:

ایک مرتبہ یا ایک سے زائد مرتبہ دودھ پیتے بچہ کے اندر کسی عورت کا خون منتقل کرنے کا

معاملہ جیسا کہ بیماری کے بعض مخصوص حالات میں ہوتا ہے جس میں بچہ کو خون پہنچایا جاتا ہے، حاملہ ماں کے خون سے ناڑہ کے ذریعے رحم میں موجود بچہ کو مکمل غذا فراہم کرنے سے مختلف ہے، اور مسلسل نو مہینے کی مدت تک کے لئے اس حیثیت سے کہ جنین کے تمام خلئے اور رگیں اور اس کے تمام اعضاء اسی خون سے بنتے ہیں۔ بلکہ پورا کا پورا جنین ہی حاملہ ماں کے خون سے وجود میں آتا ہے، اور یہ بچہ کے اندر خون میں اضافہ کا عمل نہیں ہے کہ وہ بچہ کا کوئی حصہ بنے جو کہ اس عورت کی طرف سے ہو جس سے خون منتقل کیا جا رہا ہے، خون کے اس حصہ کے اضافہ اور منتقلی سے حرمت ثابت ہوتی ہے، اسی طرح کسی عورت کے خلئے اور بعض اعضاء کی منتقلی، یا اس کی ہڈیوں کے گودے جو کہ خون بنانے کا آلہ ہے، کی منتقلی، اور دودھ پیتے بچہ کے جسم میں اس کی کاشت بھی حرمت کا باعث نہیں بنتی۔

جب شریعت اسلامیہ نے مرضعہ کو حقوق دے کر اس کا اکرام کیا، اور صرف بچے کو دودھ پلانے اور اپنے دودھ کے ذریعہ بچہ کو غذا فراہم کرنے کی وجہ سے اسے رضاعی ماں کا درجہ دیا جبکہ دودھ پلانے کا عمل سہل اور آسان ہے، تو پھر کیسے وہ اس عورت کو حقوق نہیں دے گا جس نے اس جنین کو اپنے رحم میں رکھا، اور مرضعہ کے غذا فراہم کرنے سے زیادہ اس نے اس کو غذا فراہم کی، اور اس جنین نے اس سے کہیں زیادہ اس عورت سے اخذ کیا جتنا کہ دودھ پیتا بچہ اپنی مرضعہ سے اخذ کرتا ہے۔ رحم والی یہ عورت آلام و مصائب سے دوچار ہوئی، شب بیداری کی، سخت تکالیف، مرض، ضعف و کمزوری جیسے مصائب برداشت کئے، تکلیف کے ساتھ شکم میں اسے اٹھایا اور تکلیف کے ساتھ اس بچہ کو جنم دیا، ضعف در ضعف کے ساتھ وہ اس بچہ کو اٹھائے رہی، کیا یہ عورت ان تمام قربانیوں کے بعد اس لائق نہیں ہے، جبکہ یہ قربانیاں اس سے کئی گنا زائد ہیں جو مرضعہ اپنے دودھ پیتے بچہ کے لئے پیش کرتی ہے، کیا یہ عورت اس شرف اور اس اعزاز کی مستحق نہیں ہے، اور کیا اس کے لائق نہیں ہے کہ وہ رضاعی ماں کے درجہ میں ہو، بلکہ راجح یہ ہے کہ اس کا درجہ رضاعی ماں سے بڑھ کر ہو اولی پر قیاس کرتے ہوئے۔

آسان علمِ میراث

تقسیمِ وراثت کے حوالے سے مولانا آس محمد سعیدی صاحب کی کتاب شائع ہوگئی ہے

ناشر مکتبہ حسنیہ نزد سبزی منڈی بیرون ملتانی گیٹ بہاول پور

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆